فقیہ العصر یادگار اسلاف

حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ

مولانا سید عبدالعظیم ترمذی

خاندان: آپ کے آباء واجداد کا وطن ترمذ تھا۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے میں سادات کا جو قافلہ ترمذ سے ہندوستان آیا اس قافلے میں آپ کے آباء بھی شامل تھے۔ پھر یہ خاندان وہاں سے ہجرت کر کے پنجاب کے ضلع سرگودھا میں آیا اور یہیں پر سکونت اختیار کی۔ حضرت اقدس فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ کے پردادا حضرت مولانا عبداللہ شاہؒ نے 1213ھ علاقہ پنجاب سے ہجرت فرما کر گمتھلہ گڑھو کو اپنا وطن بنایا۔

حضرت مولانا عبداللہ شاہ بڑے جید عالم اور فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بزرگ بھی تھے۔ علاقہ بھر میں آپ کی کرامات زباں زد خواص وعوام ہیں۔ تفسیر حقانی کے مؤلف مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالحق مفسر حقانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے ہم عصر تھے۔ 1293ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت مولانا عبداللہ شاہؒ کے فرزند ارجمند (حضرت مفتی صاحبؒ کے دادا) حکیم محمد غوث شاہؒ دہلی کے مشہور حکیم تھے، فارسی ادب کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ دہلی کے مشہور نقشبندی خاندان سے بیعت وارادت کا تعلق تھا۔ آخر میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے بھی اصلاحی تعلق قائم فرمالیا تھا۔ آپ نے اسی سال کی عمر میں 1355ھ 27 رمضان کو انتقال فرمایا، حکیم محمد غوث صاحب کے نور نظر، فرزند ارجمند (حضرت مفتی صاحبؒ کے والد ماجد) حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کی ولادت 5 محرم الحرام 1315ھ کو ضلع کرنال کے مشہور قصبہ گمتھلہ گڑھو میں ہوئی۔ آپ نے درس نظامی کی تحصیل فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی سرپرستی میں سہارنپور کے شہرہ آفاق مدرسہ مظاہر العلوم اور حضرت حکیم الامتؒ کے زیر سایہ مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں فرمائی۔ آپ کو حضرت سہارنپوریؒ کی جانب سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی قلمی سند بھی حاصل ہے۔

آپ فراغت کے بعد مختلف جگہوں پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مدینہ طیبہ کے مدرسۃ العلوم الشرعیہ میں بھی درس و تدریس کی سعادت حاصل رہی۔ مسجد نبوی ﷺ کے بعض اساتذہ بھی آپ کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ آخر کار آپ تھانہ بھون میں اپنے پیرومرشد حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی رہنمائی میں تدریس وتالیف اور تبلیغ وفتاویٰ کی خدمات میں مشغول ہوگئے۔ حضرت تھانویؒ کی طرف سے آپ مجاز صحبت بھی ہیں۔ حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ سے آپ کا تعلق پچیس سال تک رہا۔

تقسیم ہند کے بعد آپ ساہیوال ضلع سرگودھا تشریف لائے اور بہت جلد 9 رجب المرجب 1367 بمطابق 8 مئی 1949ء کو راہی ملک عدم ہوئے۔ خانقاہ تھانہ بھون کا یہ سرمایۂ گرانمایہ اسی قصبہ کے ایک گوشہ میں مدفون ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

ولادت باسعادت: اس دنیا میں بلامبالغہ روزانہ ہزاروں افراد پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ایسی ہستیاں بہت ہی کم ہوتی ہیں جو علم وعمل کے آسمان

پر درخشندہ ستارہ ہی نہیں بلکہ آفتاب عالمتاب بن کر لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا باعث ہوں۔ حضرت اقدس فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ بھی ان ہی ہستیوں میں سے ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔

آپ اس دنیائے تاریک کو اپنے علمی فیوض سے منور کرنے کے لیے 11 رجب المرجب 1341ھ بمطابق مارچ 1922ء کو اپنے ننھیال موضع اڑدن ضلع پٹیالہ میں مولود ہوئے۔ آپ کا اصل وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا قصبہ گمتھلہ گڑھو تھا۔ آپ کا نام عبدالشکور تجویز ہوا، بعد میں تاریخی نام مرغوب النبی (1341ھ) نکالا گیا۔

حصول تعلیم: آپ نے ابتدائی تعلیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے مدرسہ امدادالعلوم میں حضرت تھانویؒ کے زیر نگرانی حاصل کی۔ پہلے قرآن کریم ناظرہ پڑھا۔ پھر اردو املاء وحساب وغیرہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ خانقاہ کا نصاب، بہشتی زیور وغیرہ پڑھا۔ ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں حضرت خلیفہ اعجاز احمد صاحب تھانویؒ سے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ ڈھائی سال میں آپ نے مکمل قرآن کریم حفظ فرمالیا۔

حضرت تھانویؒ سے بیعت تبرک: حکیم الامت حضرت تھانویؒ آپ سے بہت شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے والدین کے ہمراہ خانقاہ کے جس مکان میں قیام پذیر تھے اس کی دیوار حضرت تھانویؒ کے بڑے مکان کے ساتھ مشترک تھی اور اس میں ایک چھوٹا دروازہ آمد ورفت کے لیے کھلا رہتا تھا۔ اس لیے آپ کا حضرت تھانویؒ کے گھر ہر وقت کا آنا جانا اور بچوں کی طرح آمد ورفت تھی۔ پیرانی صاحبہ کو آپ بڑی اماں ہی کہا کرتے تھے، وہ بھی آپ سے بالکل حقیقی ماں ہی کی طرح شفقت وعنایت سے پیش آتی تھیں۔

آپ پر حضرت تھانویؒ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ اپنے والد ماجدؒ کے ہمراہ سفر حج کے بعد حضرت تھانویؒ سے ملے تو آپ کے والد ماجدؒ نے حضرت تھانویؒ سے معانقہ فرمایا جب کہ آپ نے غایت ادب کی وجہ سے صرف مصافحہ پر اکتفا کرنا چاہا تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ تم نے کیا خطاء کی ہے اور کھینچ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ یاد رہے کہ اس وقت حضرت تھانویؒ اپنے بدن مبارک سے کرتہ اتار کر خانقاہ کے کنویں کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ کیوں کہ حضرت تھانویؒ بچوں کی بیعت نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت پیرانی صاحبہ (بڑی اماں) سے درخواست کی کہ آپ سفارش فرمادیں۔ چنانچہ بڑی اماں کی سفارش پر حضرت تھانویؒ نے آپ کو بچپن ہی میں شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ جو آپ کی سعادت مندی کی یقیناً بہت بڑی سند ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو بچپن ہی سے حضرت تھانویؒ کی بابرکت مجلس عام وخاص میں بھی حاضری کی دولت اور حضرت کے ارشادات طیبات سے استفادے کا خوب موقع نصیب ہوا۔ آپ نے حضرت تھانویؒ سے اکیس سال کی عمر تک اکتساب فیض فرمایا۔

سفر حرمین شریفین: پندرہ سال کی عمر میں فارسی کی کتابیں اپنے والد ماجدؒ سے پڑھیں۔ پھر آپ کے والد ماجد بمع اہل وعیال دوسری مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے، آپ بھی ہمراہ تھے۔ آٹھ ماہ مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ میں مدرس حدیث وفقہ رہے اور آپ اسی مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ وہاں ابتدائی عربی کتب، مشق قرآن اور تجوید کی مختصر کتابیں پڑھیں۔ رمضان المبارک میں شیخ القرآن حضرت قاری حسن صاحبؒ کے درس مقدمہ جزریہ میں بھی شمولیت کی سعادت حاصل رہی۔

شوال 1363ھ کو برصغیر کی معروف دینی درسگاہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے علاوہ دیگر اساتذۂ کرام سے بھی پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ امتحان میں آپ نمایاں نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ اس وقت ایک کتاب کے کل نمبر 50 تھے۔ آپ نے بخاری شریف میں مکمل پچاس جب کہ مسلم شریف 52 نمبر یعنی دو نمبر اعزازی بھی حاصل کیے اور درجہ اول کی سند لی، جو ان کے علمی رسوخ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سلوک وتصوف: جب آپ نے عالم شہود میں آنکھیں کھولیں تو آپ کے سامنے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا مقدس ماحول تھا۔ جہاں شب وروز

چہار طرف دیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری کے ارفع و اعلیٰ مجسمے اور طہارت و پاکیزگی کے پتلے نظر آتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کے مدرسہ و خانقاہ میں تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق پر زور دیا جاتا اور بات بات پر ٹوک کی جاتی تھی۔ حضرت تھانویؒ جیسے بحر شریعت و خضر طریقت کے زیر سایہ رہنے اور زمانہ دراز تک مسلسل مصاحبت و مجالست کی دولت و نعمت کی وجہ سے عاجزی، تعلق مع اللہ، ریا اور نام و نمود سے تنفر اور دیگر اخلاق حسنہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی بھٹی میں جو بھی گیا کندن بن کر نکلا، آپ بھی وہیں کے فیض یافتہ تھے۔ اسی لیے آپ میں علمی و عملی کے علاوہ ایسی مسلکی پختگی بھی نظر آتی ہے جو آج کے پرلچک دور میں عنقاء معلوم ہوتی ہے۔

آپ نے حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ سے تربیت کا باضابطہ تعلق قائم کیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت علامہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے مشورے سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ سے تجدید بیعت کی۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی طرف رجوع فرمایا اور یہاں سے خلعت خلافت بھی حاصل ہوئی۔ پھر سب سے آخر میں مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سے تجدید بیعت کی اور حضرت کی طرف سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔

شان فقہ: مملکت فتاویٰ کے آپ بے تاج بادشاہ تھے۔ حلقہ علماء میں جب بھی مفتی صاحب کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو معہود فی الذہن آپ ہی کی ذات بابرکات ہوتی۔ بلا مبالغہ جامعہ حقانیہ کا آج وہی مقام تھا جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی حیات میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا تھا۔ بڑے بڑے متبحر مفتیان کرام آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ کسی کو کوئی اشکال ہوتا تو آپ شافی جواب مرحمت فرماتے، کوئی ایک دلیل مانگتا آپ عقلی و نقلی دونوں قسم کے دلائل کے انبار لگا دیتے، خیبر سے کراچی تک ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے علماء، آپ کو فقہ کا آفتاب، فقیہ العصر اور فقیہ ملت کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

زبانی پوچھے گئے ہزاروں مسائل کے ساتھ ساتھ حضرت کی قلم فیض رقم سے نہ جانے کتنے ہزار فتاویٰ جاری ہوئے۔ صرف ریکارڈ شدہ فتاویٰ کی تعداد پانچ ہزار سے متجاوز ہے۔ بعض فتاویٰ تحقیق مسئلے پر کثرت دلائل کی وجہ سے ایک مستقل رسالہ اور تصانیف معلوم ہوتے ہیں۔

تصانیف: آپ کی مطبوعہ تصانیف، رسائل، مضامین اور مقالات کی تعداد 94 ہے، جب کہ غیر مطبوعہ 40 ہیں۔ اس طرح آپ کی تصانیف کی کل تعداد 134 ہے۔ آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں۔ تکملہ احکام القرآن عربی (3 جلدیں) ہدایۃ الحیران، بارہ مہینوں کے احکام، اسلامی حکومت کا مالیاتی نظام، سوانح حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ، تذکرۃ الظفر، دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت، فتویٰ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت، سفر تھانہ بھون و دیوبند، تعارف احکام القرآن (عربی)، اصلاح مفاہیم پر ایک تحقیقی نظر، حج کا آسان طریقہ، تذکرہ حضرت مدنی، حیات انبیاء کرامؑ ہیں۔ دینی مدارس اور جبریہ تعلیم، عہد ماضی کی چند یادیں:

حضرتؒ کی آخری تحریر قصاص و دیت پر لکھا گیا وہ مقالہ ہے جو آپ نے اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں پیش کرنا تھا۔ بعد از نماز مغرب اپنی وفات کے چند لمحے قبل بھی برادر مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہ العالی سے اسی موضوع پر گفتگو فرماتے رہے۔

5 شوال المکرم 1421ھ بمطابق یکم جنوری 2001ء بعد نماز مغرب حضرت کے سینے میں درد ہوا۔ آج آپ خلاف معمول دوبار جامعہ حقانیہ میں تشریف لائے تھے۔ کسے معلوم تھا کہ یہ آپ کی آخری مجالس ہیں۔ سارا دن طبیعت بالکل ہشاش بشاش تھی، علماء حضرات سے گفتگو بھی فرماتے رہے۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں باجماعت آپ نے خود پڑھائیں۔ مغرب کے بعد برادر مکرم مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ سے جامعہ میں کچھ مسائل پر گفتگو بھی فرماتے رہے، لیکن افسوس کہ یہ آپ کی زندگی کی آخری مجلس تھی کچھ دیر بعد گھر تشریف لے گئے،

سینے میں درد ہوا، گھر جاکر دوالی مگر افاقہ نہ ہوا۔ فون پر خود ہی برادر محترم سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ کو بلایا وہ فوراً گھر پہنچے ہم بھی حاضر خدمت ہوئے۔ڈاکٹر صاحب بھی آگئے، انہوں نے بتایا کہ ہارٹ اٹیک ہے، اس سے قبل بھی حضرت کو ایک مرتبہ اٹیک ہو چکا تھا۔ڈاکٹر صاحب نے فوراً ٹیکسی کے لیے کہا تاکہ آپ کو سرگودھا لے جایا جاسکے لیکن کون جانتا تھا کہ آپ کو سفر کی اتنی جلدی ہے کہ ٹیکسی کا بھی انتظار نہیں فرمائیں گے اور اس لمبے سفر پر روانہ ہو جائیں گے جہاں کا مسافر آج تک واپس نہیں آیا۔

ڈاکٹر صاحب نے عارضی طور پر بیماری پر قابو پانے کے لیے گولی آپ کی زبان کے نیچے رکھی۔اس سے حضرت کی تکلیف میں نمایاں کمی محسوس ہوئی۔ ہم نے سمجھا کہ شاید کچھ آرام محسوس فرما رہے ہیں مگر وہ تو اس آرام گاہ کی طرف گامزن ہو چکے تھے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ چوں کہ نبض پر تھا وہ بھانپ گئے فوراً ان کی زبان سے نکلا He is goingاشھدان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت کی وفات کے چند لمحوں بعد ہی دروازے پر لوگوں کا انبوہ کثیر جمع ہو گیا، ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر ایک زبان پر نالہ وشیون تھا اور ہونٹوں سے آہیں اور سسکیاں نکل رہی تھیں۔ اپنے پرائے سب آنسوں بہا رہے تھے، میں نے خود بہت سے غیروں کو بھی بچوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر روتے دیکھا، ہر طرف ماتم بپا تھا، ہر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے کرتے خود رو دیتا تھا۔

ساری رات زیارت کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا، صبح دس بجے کے قریب تجہیز و تکفین کی گئی۔ احقر بھی اس سعادت میں شریک تھا، ساڑھے گیارہ کے قریب جنازہ جامعہ حقانیہ میں لے جایا گیا۔ ظہر کے بعد نماز جنازہ پلے گراؤنڈ میں پڑھی جانی تھی۔

جنازے میں شرکاء کی تعداد روزنامہ نوائے وقت کے مطابق ساٹھ ہزار، روزنامہ جنگ کے مطابق پچاس ہزار سے زائد تھی، اگرچہ مدارس دینیہ میں چھٹیوں کے سبب بہت سے طلباء، علماء جنازہ میں شریک نہ ہوسکے مگر پھر بھی علماء کی ایک کثیر جماعت جنازہ میں حاضر تھی۔

اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت فرماتے ہیں تو آسمانوں اور زمین میں اعلان کرادیتے ہیں کہ فلاں سے محبت کرو۔اسی کا نتیجہ تھا کہ لوگوں کو حضرت سے والہانہ عقیدت تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی شہر کی تمام دکانیں بند ہو گئیں۔ حتیٰ کہ سبزی، پان، سگریٹ اور میڈیکل اسٹورز وغیرہ کی وہ دکانیں بھی بند تھیں جو بڑی بڑی ہڑتالوں میں بھی کبھی بند نہیں ہوتیں اور سفر کے تمام ذرائع بھی، غالباً ساہیوال کی تاریخ میں پہلی بار مکمل طور پر بند تھے۔ بعض دکانیں تین تین دن تک بھی بند رہیں اور یہ شٹر ڈاؤن کسی کے کہنے سے نہیں ہوا بلکہ اپنے پرائے حتیٰ کہ غیر مذہب تک کے لوگ حضرت سے بڑھ چڑھ کر عقیدت کا اظہار کر رہے تھے اور حضرت کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہزاروں لوگوں کے دھکے کھا رہے تھے۔اخبارات میں بھی عجیب طرح کی سرخیاں شائع ہو رہی تھیں۔ آپ کی تدفین سے اگلے روز ایک اخبار کی شہہ سرخی تھی ''سسکیوں، آہوں اور بادلوں کے آنسوؤں میں قاری عبدالشکور کا نماز جنازہ۔''

حضرت کی وفات اور نماز جنازہ کی خبر کا ملک بھر کے تمام بڑے اخباروں کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر ہونا، بی بی سی کا شب نامہ میں آپ کی علمی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنا، آپ کے جنازے میں ہزاروں افراد کا شرکت کرنا اور سب سے بڑھ کر صدر پاکستان کا بغیر مطالبہ اور تمنا کے حضرت کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن بنانا آپ کی مقبولیت عامہ کی واضح دلیل ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ